(25)

اسلام کی صحیح تعلیم دنیا میں قائم کی جائے

حکومت کے سوا کسی کو شرعی تعزیر دینے کا اختیار نہیں

(فرمودہ 26/اکتوبر 1951ء بمقام ربوہ)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پچھلے جمعہ کو عین اُس وقت جبکہ میں جمعہ میں آنے کی تیاری کر رہا تھا مجھے بخار چڑھنا شروع ہو گیا اور سر درد بھی ہونے لگی جس کی وجہ سے میں مسجد میں نہ آ سکا۔ اس کے دو تین دن بعد نزلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے بخار بھی ہو جاتا تھا۔ اب مرض میں کمی تو ہے لیکن گلے میں ابھی خراش باقی ہے اس لیے میں زیادہ لمبا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ گو مرض میں اتنا افاقہ ضرور ہے کہ میں خطبہ جمعہ پڑھ سکتا ہوں۔

اِس وقت میرا ارادہ اُس واقعہ کے متعلق کہنے کا ہے جو گزشتہ ہفتہ راولپنڈی میں وزیراعظم پاکستان نواب زادہ خان لیاقت علی خاں کے ساتھ گزرا۔ جہاں تک انسانی زندگی کا سوال ہے ہر انسان نے بہرحال مرنا ہے۔ چاہے وہ قاتل کی چُھری سے مر جائے، چاہے وہ ہیضہ سے مر جائے، چاہے وہ بخار کی شدت سے مر جائے اور چاہے وہ سِل اور دِق سے مر جائے۔ موت تو بہرحال آنی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ اِلَّا الْمَوْتَ۔1 ہر بیماری

جب تک کہ وہ بیماری کی صورت میں ہے اُس کا علاج ہے لیکن وہ چیز جو بظاہر بیماری ہے لیکن دراصل وہ موت کا پیغام ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔ پس انسان نے مرنا تو ہے لیکن بعض چیزیں تکلیف دِہ پہلو اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔ اگر کسی کو اچانک موت آ جاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ وہ حسرت ناک ہوتی ہے۔2 گو دراصل اچانک حادثہ کی وجہ سے جو موت آتی ہے وہ مرنے والے کے لیے آرام دہ موت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر وہ آٹھ دس دن ٹائیفائیڈ میں مبتلا رہتا، راتوں کو جاگتا، تکلیف کی وجہ سے کراہتا اور پھر اُسے موت آ جاتی تو اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ موت اُسے بہرحال آنی تھی لیکن یہ موت اُس کے لیے تکلیف دِہ ہوتی۔ لیکن اگر اُس کا اچانک ہارٹ فیل ہو جاتا ہے یا اُسے گولی لگتی ہے اور وہ فوراً مر جاتا ہے تو یہ موت بظاہر آرام دِہ موت ہے لیکن اِس لحاظ سے یہ تکلیف دِہ ہوتی ہے کہ مرنے والے کو وصیت کا موقع نہیں ملتا۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ اگر کسی کے سر ذمہ داری ہو جسے اُس نے ادا کرنا ہو تو اُس کے لیے وصیت کرنا ضروری ہے۔3 جب کسی کے پاس قومی اَسرار ہوتے ہیں تو باپ بیٹے کو وصیت کرتا ہے، آگے بیٹا اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔ اِسی طرح ایک سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے اور کوئی قوم کامیاب اُسی وقت ہوتی ہے جب اُس کا تسلسل قائم ہو اور تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے نصیحت اور وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی کی اچانک موت ہو جائے تو یہ موقع اُس سے چھین لیا جاتا ہے اور جن باتوں کا مرنے والے کو تجربہ ہوتا ہے، جن خطرات کا اُسے علم ہوتا ہے اور بعض فوائد جو اُس کے علم میں اس کی قوم حاصل کر رہی ہوتی ہے اگر اسے چند دن بیمار رہنے کے بعد موت آئے تو وہ اپنے جانشینوں کو بعض نصائح کر دیتا ہے۔ وہ انہیں بتا دیتا ہے کہ فلاں فلاں فائدہ تم اس طرح حاصل کر سکتے ہو۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی بتا دیتا ہے کہ تمہارے سامنے فلاں فلاں قسم کے خطرات ہیں۔ ان خطرات سے بچنے کا یہ طریق ہے۔ اِس رنگ میں اُس کی موت زیادہ تکلیف دِہ نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک موت کو تکلیف دہ اِسی لیے فرمایا ہے کہ مرنے والے کو وصیت کا موقع نہیں ملتا اور اِس طرح اُس کی اولاد، اُس کا خاندان اور اُس کی قوم اُس کے تجربات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتی۔ لیکن سب سے اہم چیز یہ ہوتی ہے کہ ایسی موت جو اچانک آ جاتی ہے مثلاً اگر کسی کی حرکتِ قلب بند ہو جاتی ہے اور وہ فوراً مر جاتا ہے تو کسی شخص پر افسوس نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہ موت کسی انسان کے ہاتھوں سے ہو تو جہاں تک مرنے والے کا سوال ہے

یہ کوئی بُری بات نہیں اُس نے بہرحال مرنا تھا بلکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ موت مرنے والے کے لیے آرام دِہ ہے۔ گولی لگی اور مر گیا۔ اِس طرح اُسے زیادہ تکلیف نہ ہوئی۔ لیکن خاندانی اور قومی لحاظ سے اِس میں کئی قباحتیں ہوتی ہیں۔ ایک قباحت تو میں نے بتا دی ہے کہ مرنے والے کو وصیت کا موقع نہیں ملتا اور اِس طرح اُس کی اولاد، اُس کا خاندان اور اُس کی قوم اُس کے تجربات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتی۔ دوسری قباحت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی قومی خادم کسی انسان کے ہاتھوں مارا جاتا ہے تو اِس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ قومی اخلاق میں بہت کچھ خرابی پیدا ہو چکی ہے کیونکہ کام کے تسلسل سے قوم ترقی کرتی ہے اور جب افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ہم آپ ہی آپ اپنا حق لے سکتے ہیں تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ تسلسل قائم نہیں رہ سکتا اور قوم حکومت پر اعتبار کرنے کی بجائے خود بدلہ لے لیتی ہے حالانکہ تسلسل حکومت سے قائم رہتا ہے۔ اگر افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ اپنا بدلہ آپ لے سکتے ہیں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ حکومت کو بیکار سمجھتے ہیں۔ اگر یہ احساس کہ ہم اپنا بدلہ خود لے سکتے ہیں ساری قوم یا اُس کے اکثر افراد یا اُس کے بعض افراد میں پیدا ہو جائے تو حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ حکومت آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ٹوٹ جائے گی اور اس کا نظام باقی نہیں رہے گا۔

پس وہ واقعہ جو خان لیاقت علی خان کے ساتھ گزرا جہاں تک اُن کا اپنا سوال ہے یہ کوئی غیر معمولی چیز نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ نسبتاً آرام میں رہے کیونکہ اگر وہ کسی اَور ذریعہ سے وفات پاتے تو دس پندرہ دن بیماری کی تکلیف اٹھاتے۔ اب چونکہ وہ گولی لگنے سے یکدم مر گئے ہیں اِس لیے یہ موت اُن کی ذات کے لیے آرام دِہ ثابت ہوئی ہے۔ لیکن قومی لحاظ سے یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ پاکستان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والوں میں نظام کی پابندی کا احساس باقی نہیں رہا۔ مان لیا کہ قاتل کابل کا رہنے والا تھا لیکن وہ پاکستان میں آ بسا تھا اور پاکستان کی قومیت کو اُس نے قبول کر لیا تھا۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ قاتل کو کسی غیر قوم نے اِس ذلیل فعل کے لیے اُکسایا تھا لیکن ہم اسے غیر قوم کا فرد نہیں کہہ سکتے۔ ہم سب باہر سے آئے ہیں۔ اگر وہ پاکستانی نہیں تو مغل بھی پاکستانی نہیں مُغل بھی باہر سے آئے ہیں، سید بھی پاکستانی نہیں کیونکہ وہ بھی مکہ اور مدینہ سے آئے ہیں۔ اِسی طرح پاکستان کی اکثر دوسری قومیں بھی باہر سے آئی ہیں۔ کوئی ایران سے یہاں آ بسا ہے، کوئی شام سے آیا ہے اور کوئی دوسرے ممالک سے آ کر اس ملک کی قومیت کو اختیار کر چکا ہے۔

اِس طرح تو کوئی بھی پاکستانی نہیں۔ انگلستان کے ملک میں بھی جرمن اور فرانسیسی موجود ہیں اور وہ اسی ملک کے باشندے کہلاتے ہیں۔ انگلستان کے بادشاہ کا خاندان بھی جرمن ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انگلستان کا رہنے والا نہیں کیونکہ جو کسی ملک میں آ بستا ہے وہ اُسی ملک کا باشندہ کہلاتا ہے۔ پس گو خان لیاقت علی خان کے قاتل کے تعلقات پر شُبہ کیا جا رہا ہے کہ افغانستان نے اُن کے قتل پر اُکسایا تھا لیکن چونکہ قاتل پاکستان میں آ بسا تھا اور پارٹیشن سے پہلے کا یہاں رہتا تھا اِس لیے وہ پاکستانی تھا اور اِس کے یہ معنٰی ہیں کہ بعض پاکستانیوں کو نظامِ حکومت پر اعتبار نہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک فرد کا فعل تھا اور ایک فرد کا فعل ساری قوم کا فعل نہیں کہلا سکتا لیکن اِس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ ایک فرد کے فعل سے ساری قوم ذلیل ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں ایک ضربُ المثل ہے کہ ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ اس لیے بیشک وہ ایک فرد کا کام تھا اور اس کی ساری قوم ذمہ دار نہیں ہوسکتی لیکن اُس کی وجہ سے ساری قوم ذلیل ہوگئی ہے۔ پس جہاں تک خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ داری کا سوال ہے یہ ایک فرد کا کام ہے لیکن جہاں تک شہرت کا سوال ہے اِس سے قوم ذلیل ہوگئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قوم میں ذلّت، عزت اور زندگی کا کوئی احساس نہیں اور یہ کتنی ذلّت کی بات ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی خاندان میں سے کوئی لڑکا یا لڑکی بدکار ہو جاتا ہے تو اِس کی ذمہ داری خدا تعالیٰ کے سامنے اُس لڑکی یا لڑکے کے ماں باپ اور بہن بھائیوں پر عائد نہیں ہوگی۔ خدا تعالیٰ کے سامنے وہی لڑکی یا لڑکا مجرم ہوگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اُس خاندان کی لڑکی لینے پر تیار نہیں ہوتا اور نہ کوئی اُس خاندان کے کسی لڑکے کو اپنی لڑکی دینے پر رضامند ہوتا ہے حالانکہ اس میں خاندان کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وہ اس سے اتنا ہی متنفر ہوتا ہے جتنے دوسرے لوگ اس سے متنفر ہوتے ہیں لیکن بوجہ ایک لڑکی یا لڑکے کی بدکاری کے وہ خاندان دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ پس جہاں تک خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ داری اور سزا پانے کا سوال ہے خان لیاقت علی خان کا قاتل خود ذمہ دار ہے قوم ذمہ دار نہیں۔ لیکن جہاں تک عزت اور شُہرت کا سوال ہے اِس سے لوگوں میں بدظنی پیدا ہوگئی ہے کہ اِس قوم کو نظامِ حکومت سے پیار نہیں۔ اور جب دشمن کو اِس چیز کا پتا لگ جائے گا کہ رعایا نظامِ حکومت سے پیار نہیں رکھتی تو وہ کتنا دلیر ہو جائے گا۔

غرض قومی لحاظ سے یہ واقعہ جو خاں لیاقت علی خان کے ساتھ گزرا نہایت خطرناک ہے

لیکن مجھے یہ مضمون خطبہ جمعہ میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کے متعلق الگ مضمون بھی لکھ سکتا تھا۔ میں نے اس مضمون کو خطبہ جمعہ میں بیان کرنے کے لیے اس لیے انتخاب کیا کہ اِس کا ایک مذہبی پہلو بھی ہے۔ یعنی یہ فعل نتیجہ تھا اسلام کی تعلیم کو بگاڑنے کا، یہ فعل تھا احراریوں کے وعظوں کا کہ احمدیوں کو قتل کر دو۔ جس قوم میں یہ روح پیدا کر دی جائے کہ جس کسی سے تمہیں اختلاف ہو تم اُسے خود قتل کر دو تو ملک کا کوئی آدمی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک احراری کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ احمدیوں کو مار دو لیکن ایک دوسرا شخص جس کو احمدیوں سے بُغض نہیں ہوتا وہ جب یہ سمجھتا ہے کہ جس کسی سے اختلاف ہو اُسے خود مار دینا چاہیے۔ تو وہ کسی دوسرے شخص کو جس سے اُسے اختلاف ہوگا مار دے گا۔

پس میں کہتا ہوں کہ بیشک قومی لحاظ سے خان لیاقت علی خان کا قتل نہایت افسوس کی بات ہے اور سیاسی لحاظ سے یہ امر ملک کے لیے نہایت نقصان دِہ ہے لیکن اِس کا مذہبی پہلو اَور بھی خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہماری سیاست تو گئی تھی اب مذہب پر بھی حملہ ہو گیا ہے اور دنیا کہتی ہے کہ ہم وحشی ہیں اور جسے چاہتے ہیں قتل کر دیتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

سیاست پر تو ہمارے حملہ ہوا ہی تھا اب مذہب پر بھی حملہ ہو گیا ہے۔ دنیا اس بات سے غافل نہیں کہ احراری کیا کہتے ہیں۔ احراری مولوی عَلَی الْاِعْلان سٹیجوں پر چڑھ کر کہتے ہیں کہ تم احمدیوں کو قتل کیوں نہیں کرتے لیکن کوئی انہیں منع نہیں کرتا۔ حکومت کا نظام موجود ہے، گورنر جنرل اور سنٹرل کے وزراء اور صوبائی گورنر اور صوبائی وزراء اور دوسرے سیکرٹری موجود ہیں لیکن احراری اس کے باوجود سٹیجوں پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ حکومت اپنے فرض کو ادا نہیں کر رہی۔ اے جانباز مسلمانو! تم خود رسول کریم کی ہتک کا بدلہ لو (حالانکہ یہ احراری خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے اور ننگِ اسلام ہیں) اور احمدیوں کو قتل کر دو۔ اور جب یہ فتویٰ رعایا کے سامنے لایا جائے گا کہ اسلام، قرآن کریم اور قانون سب اِس بات پر متفق ہیں کہ جس کسی سے تمہیں اختلاف ہو تم اُسے مار دو تو صرف احمدیوں کو ہی نہیں مارا جائے گا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی جن سے کسی کو اختلاف ہوگا مار دیا جائے گا۔ خان لیاقت علی خان سیاسی اختلاف کی وجہ سے نہیں مارے گئے کیونکہ سیاست دوسرے شخص کے

مارنے کو جائز قرار نہیں دیتی۔ مارنے کا جواز جھوٹا مذہب دیتا ہے۔ کیونکہ مولوی کُھلے بندوں اسٹیج پر چڑھ کر یہ کہتا ہے کہ جس شخص کی بات تمہیں بُری لگے تو تم اُسے ماردو۔ سننے والے اِسی نکتہ کو وسیع کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر بھی یہ فتوٰی لگا دیتے ہیں۔ جب تک حکومت اِس منبع کو ختم نہیں کرتی ملک میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔

حکومت نے ایک کمیشن مقرر کیا ہے جو اِس بات کی تحقیقات کرے گا کہ حفاظتی تدابیر میں کیوں کوتاہی ہوئی ہے؟ میں نے بھی جب یہ خبر سنی تھی تو مجھ پر یہی اثر تھا کہ منتظمین نے پوری طرح نگرانی نہیں کی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت پر بھی یہی اثر ہے۔ لیکن تم کتنی بھی ہوشیاری کرلو جب افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ جس کسی سے اختلاف ہو تم اُسے ماردو تو کونسی طاقت ہے جس کے ذریعہ تم کسی کو آٹھ کروڑ افراد سے بچالو۔ لاہور میں جو صوبہ کی حکومت کا مرکز ہے وہاں آ کر احراری علماء نے یہ حدیثیں سنائیں کہ تم جو چیز ناپسندیدہ دیکھو اُسے ہاتھ سے دور کردو۔ اگر تم ہاتھ سے دور نہیں کرسکتے تو زبان سے اُس کی مذمت کرو اور اگر تم زبان سے بھی اُس کی برائی نہیں کرسکتے تو دل میں ہی بُرا مناؤ۔ اوران کو احمدیوں پر چسپاں کر کے کہا گیا اے باغیرت مسلمانو! کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا بدلہ نہیں لیتے؟ ان مجالس میں جن میں یہ حدیثیں سنائی جاتی تھیں حکومت کے وزراء اور اُس کے سیکرٹری موجود ہوتے ہیں۔ جب کُھلے بندوں اور حکومت کے ذمہ دار کارکنوں کے سامنے یہ سنایا جاتا تھا کہ اختلاف کا ازالہ جبر اور تعدّی سے کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے اور اگر تم اختلاف کا ازالہ نہیں کرتے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ جب ملک کے آٹھ کروڑ باشندوں میں یہ احساس پیدا کر دیا جائے تو پولیس تو ایک فرد سے بچاسکتی ہے، دو افراد سے بچاسکتی ہے یا بیس افراد سے بچاسکتی ہے لیکن جب یہ شک ہو کہ ایڈی کانگ 4 اور پولیس والوں نے بھی علماء سے یہ سبق لیا ہے کہ جس کسی سے اختلاف ہو اُسے قتل کردو تو کسی کی جان کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔ سو جب تک مولویوں کو بند نہیں کیا جائے گا کسی کی حفاظت نہیں ہو سکے گی، نہ میری، نہ کسی وزیر، گورنر یا کمانڈر انچیف کی۔ انگلستان کی حکومت سینکڑوں سال سے قائم ہے لیکن ابھی تک اُس میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ کوئی وزیر قتل کر دیا گیا ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں بعض افسروں پر حکومت کو شُبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ زور سے حکومت کا تختہ اُلٹ دینا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ابھی مقدمہ چل رہا ہے لیکن بہرحال اِس قسم کا واقعہ ہو چکا ہے اور اُدھر ہندوستان

میں گاندھی جی کو جنہیں وہاں نبیٔ وقت کہا جاتا تھا مار دیا گیا ہے۔ اِس کی وجہ صرف ایک ہے کہ مولویوں اور پنڈتوں نے یہ شور ڈالنا شروع کیا ہے کہ جب تمہیں کسی شخص سے اختلاف پیدا ہو جائے تو فوراً قانون ہاتھ میں لے لو۔ یہ ذہنیت جتنی جتنی پھیلتی جائے گی اُتنی اُتنی پولیس اور فوج بیکار ہوتی جائے گی۔ پولیس اور فوج محدود ہوتی ہے اور وہ ایک حد تک ملک میں کنٹرول کر سکتی ہے۔ صوبہ پنجاب کی پولیس کوئی آٹھ دس ہزار ہے لیکن آبادی دو کروڑ ہے۔ اب آٹھ دس ہزار پولیس سے یہ اُمید کرنا کہ وہ دو کروڑ کی نگرانی کر سکے گی درست نہیں۔ صوبہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ فیصدی مجرم ہو سکتے ہیں۔ گویا کوئی دس لاکھ آدمی ایسے ہو سکتے ہیں جو لُوٹ مار، ڈاکے، نقب زنی اور قتل و غارت کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان دس لاکھ آدمیوں کو پولیس کہاں سنبھال سکتی ہے۔ اِسی واسطے ملک میں کوئی چھ سات ہزار چوری ہوتی ہے لیکن کوئی نہیں کہتا کہ ایسا کیوں ہے۔ کیونکہ اِس قدر نگرانی کی پولیس سے اُمید ہی نہیں کی جا سکتی۔ یہ فردی خرابی ہے اور فرد کی نگرانی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی قومی خیال ہوتا ہے تو اُس تنظیم کا کوئی پریذیڈنٹ ہوتا ہے، کوئی سیکرٹری ہوتا ہے اور اِس طرح اُس کا پتا چل جاتا ہے۔ لیکن جہاں فرد کے دماغ کو بگاڑ دیا جائے وہاں کوئی پولیس کام نہیں دے سکتی۔ مثلاً اگر کوئی کمیونسٹ جماعت ہو تو اُس کا کوئی پریذیڈنٹ ہوگا، کوئی سیکرٹری ہوگا اور کوئی کنوینر ہوگا اور اس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ فلاں فلاں ہیں اور فلاں فلاں جگہ ان کا مرکز ہے اور پھر ان کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی فرد کوئی ارادہ کرے تو اُس کی نگرانی نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس کی سکیم اس کے اپنے دماغ میں ہوتی ہے اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں کہ اُسے معلوم کیا جا سکے۔ مثلاً کوئی پریذیڈنٹ نہیں، کوئی سیکرٹری نہیں، کوئی دفتر نہیں جس میں جمع ہونے والوں سے معلوم ہو سکے کہ کچھ لوگ مل کر کوئی کام کر رہے ہیں اور اِس سے اُن کی نگرانی کی صورت پیدا ہو جائے۔ یہاں بھی چونکہ ایک فرد تھا جس نے خباثت کی اس لیے اُس کی خباثت کا قبل از وقت پتا نہیں لگ سکا تھا۔ سب باتیں اس کے دماغ میں تھیں۔ پس فرد کے دماغ کو بگاڑ دینے سے امن برباد ہوتا ہے۔ جب کوئی سازش تنظیم سے ہوتی ہے تو اُس کا پتا لگانا آسان ہوتا ہے لیکن جب افراد کے دماغ بگڑ جائیں تو کوئی چیز اُن کی نگرانی نہیں کر سکتی۔ چونکہ مولویوں نے افراد کے دماغوں کو گندہ کر دیا ہے اس لیے مزید خباثت کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ان مولویوں کو روکا جائے۔ یہی لوگ دماغ کو صحیح بنانے والے بھی ہیں بشرطیکہ ان میں ایمان ہو۔ اور یہی لوگ دماغ کو گندہ

کر دیتے ہیں جب ان میں ایمان نہیں ہوتا۔ پس میرے نزدیک ان خطرات کو دور کرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ مولویوں کو افراد کی ذہنیت خراب کرنے سے روکا جائے۔

حکومت کی طرح میرا خیال بھی یہ ہے کہ جلسہ کا انتظام ٹھیک نہ تھا۔ قادیان میں مساجد میں میری یہ ہدایت تھی کہ پہلی صف میں معروف لوگ بیٹھیں۔ اب پہرے لگا دیئے گئے ہیں مگر یہ ہرگز ویسے مفید نہیں۔ انسانی فطرت میں یہ بات ہے کہ جب کوئی دوسرا آدمی سامنے ہوتو انسان کسی پر وار کرنے سے گھبراتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو گولی نہ لگ جائے۔ پھر وہ اس وجہ سے بھی گھبراتا ہے کہ اُس کا پہلا وار بھی خالی گیا تو وہ پکڑا جائے گا۔ اِس لیے منتظمین کو چاہیے تھا کہ وہ جلسہ کا انتظام کرتے وقت اسٹیج کے سامنے معروف لوگوں کو بٹھاتے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ قاتل نے خان لیاقت علی خان کو مائزر پستول سے مارا ہے۔ وہ بڑا پستول ہوتا ہےاور بڑے پستول کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ اِتنی بڑی چیز لے کر وہ شخص اسٹیج کے سامنے بیٹھا ہوا تھا یا وہ جیب میں ڈالے ہوئے تھا لیکن کسی شخص کو قبل از وقت اس کا علم نہیں ہوسکا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ شخص چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ یہ بات اَور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ہمارے ہاں بھی اتنی احتیاط کر لی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص ملاقات کے لیے آئے اور وہ چادر اوڑھے ہوئے ہوتو منتظم اُس کی چادر اُتروا دیتے ہیں حالانکہ یہاں ملاقات والے اکثر مُرید ہوتے ہیں۔ بعض لوگ جوشیلے ہوتے ہیں اور وہ میرے پاس شکایت کرتے ہیں کہ ہماری اِس طرح ہتک کی گئی ہے تو میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ آپ تو مخلص ہیں لیکن کوئی بدمعاش بھی تو اِس طرح یہاں آسکتا ہے۔ پچھلے دنوں مسلم لیگ کے ایک ممبر مجھے ملنے آئے۔ وہ مجھے اندر آتے ہی کہنے لگے کہ وہ اپنا پستول باہر چھوڑ آئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے پسند نہیں کیا کہ پستول لے کر اندر آئیں۔ اور درحقیقت یہ عام اور ضروری احتیاط ہے۔ لیکن اُس شخص کے پاس مائزر پستول تھا جو بڑے سائز کا ہوتا ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پستول پکڑے ہوئے ہے یا اُس کی جیب میں کوئی بڑی چیز ہے۔ پھر جب وہ شخص فائر کرتا ہے تب بھی اُسے کوئی نہیں دیکھتا۔ پھر وہ دوسرا فائر کرنے کی بھی جرأت کرتا ہے۔ اِس سے شُبہ پڑتا ہے کہ اُس کے دائیں اور بائیں اُس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ امر اَور بھی خطرناک ہے کہ وہ آدمی مارا گیا۔ تمام متمدن دنیا میں ایسے آدمی کو مارا نہیں جاتا۔ تا سازش پکڑی جائے۔ اِس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اُس کے ساتھی کا کوئی دوسرا ساتھی بھی تھا۔ انارکسٹ اِسی طرح

کرتے ہیں۔ وہ جب کسی شخص کو کسی لیڈر کے مارنے پر مقرر کرتے ہیں تو ایک اَور شخص کو اُس کے مارنے پر بھی مقرر کر دیتے ہیں تا وہ پکڑا نہ جائے۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے قاتل کو پیٹ پیٹ کر مار دیا تھا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ اَور بھی افسوسناک امر ہے کیونکہ اِس سے سازش کے کھلنے کا امکان بہت کم ہو گیا۔ پولیس کو فوراً اُس شخص کے گرد گھیرا ڈال لینا چاہیے تھا اور اُسے زندہ گرفتار کرنا چاہیے تھا تا اُس کے ذریعہ سے اصل سازش کا سراغ مل سکتا۔ اُس کا بچانا اُس کی خاطر ضروری نہیں تھا بلکہ اُس کا بچانا ملک کی خاطر ضروری تھا تا اس سے سازش کا پتا لگایا جاتا۔ ممکن ہے تحقیقات سے یہ معلوم ہو کہ حفاظت کا ہر ممکن انتظام کر دیا گیا تھا اور یہ محض وہم ہے کہ اس میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ بلکہ یہ اتفاقی حادثہ تھا جو ہو گیا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مجرم بھی مل جائے۔ لیکن اِس سے یہ امر حل نہیں ہو سکتا کہ مولویوں نے افراد کی ذہنیت خراب کر دی ہے۔ جب تک یہ ہوتا رہے گا اور قانون ہاتھ میں لینے کا وعظ ہوتا رہے گا نہ پولیس کام دے سکے گی نہ فوج۔ کیونکہ جب افراد کے ذہنوں کو گندہ کر دیا جائے اور قانون کے ادب کو ختم کر دیا جائے اور اختلاف کی صورت میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی تعلیم دی جائے تو پھر کس کس پر شُبہ کیا جائے گا یا کس کس کو شُبہ سے بالا سمجھا جائے گا۔ اِس صورت میں خود وزراء کے ایڈی کانگوں پر بھی شُبہ ہو سکتا ہے کہ شاید ان کے دل میں بھی قتل کا خیال ہو کیونکہ اگر افراد کی ذہنیت کو بگاڑ دیا جائے تو پھر خواہ کوئی سیکرٹری ہو یا ایڈی کانگ وہ اپنے افسر سے ناراض ہو سکتا ہے اور اختلافِ رائے کی وجہ سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا ارادہ کر سکتا ہے۔

جن ملکوں میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ حکومت کا کام ہے کہ کسی شخص کو مجرم قرار دے افراد کو یہ اختیار حاصل نہیں وہ ملک پُرامن ہیں۔ اس قسم کی پابندی سب سے زیادہ انگلستان میں ہے اور وہ پُرامن ہے۔ امریکہ کتنی بڑی جمہوریت ہے لیکن وہاں افراد پر کنٹرول نہیں کیا جاتا اس لیے وہاں فساد ہوتے ہیں۔ جرمنی والے بھی قانون کے پابند ہیں اس لیے وہاں فساد نہیں ہوتے۔ بیشک ہٹلر کے وقت میں حکومت کی طرف سے رعایا پر سختیاں ہوئیں لیکن یہ کہ افراد ایک دوسرے پر سختی کریں یہ کبھی نہیں ہوا۔ اَور ملکوں میں بھی یہ طریق پایا جاتا ہے لیکن سب سے زیادہ محفوظ انگلستان ہے اور اس کے بعد جرمنی ہے۔ پھر دوسرے ممالک میں انسانوں کے ہاتھوں سے مارے جانے والے بالعموم وہ ہوتے ہیں جو ملک میں بدنام ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں اندھیر یہ ہے کہ ہندوستان میں گاندھی جی کو مارا جاتا ہے

جنہیں وہاں نبی کہا جاتا تھا اور پاکستان میں خان لیاقت علی خان کو مارا جاتا ہے جن کو ملک کی آزادی کو برقرار رکھنے والا اور اس کو ترقی دینے والا کہا جاتا ہے۔ یہ محض مولویوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ کھیل ہے جو وہ ہمارے ساتھ کھیل رہے تھے۔ لیکن حکومت نے ان کو منع نہ کیا۔ جس کی وجہ سے یہ گند زیادہ پھیل گیا۔ تم اگر کسی کو کہتے ہو کہ فلاں کو مار دو۔ مثلاً بچے ہیں، ماں باپ یا بہن بھائی کھیل کے طور پر بعض دفعہ انہیں سکھاتے ہیں کہ فلاں کو مارو تو وہ مارتے ہیں اور ماں باپ، بہن بھائی اس پر ہنستے ہیں۔ دوسرے دن وہ بچے ماں باپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہیں اور اُس وقت روکنا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ اگر تم انہیں کہو گے کہ فلاں کو مارو تو وہ پھر دوسروں کو ماریں گے اور تم روک نہیں سکو گے۔

پس میں حکومت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ افراد کی ذہنیت کو بدلے ورنہ امن قائم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ لیڈر مرتے جائیں گے اور نئے لوگوں کو آگے آنے کا موقع ملے گا۔ پھر مولویوں اور دوسرے لوگوں کی جانیں بھی محفوظ نہیں ہوں گی۔ روس میں دیکھ لو۔ زار نے جو طریق رعایا سے اختیار کیا تھا وہی طریق رعایا نے اُس کے خلاف چلایا۔ پس یہ کھیل محدود نہیں چلے گا۔ ہمارے خلاف یہ کھیل کھیلا گیا تھا لیکن آخر پاکستان کے نہایت اہم اور ابتدائی لیڈر کے خلاف ایک بدباطن نے وہی حربہ چلا دیا کیونکہ دلوں سے قانون کے ادب اور سوچنے اور نفس پر قابو پانے کا جذبہ مٹا دیا گیا تھا۔ اگر یہ بات جاری رہی تو ایک دن یہ مولوی خود بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ خود انہی کے متعلق کسی بات پر خفا ہو کر ان پر بھی حملے کریں گے۔

میری عمر کوئی دس گیارہ برس کی ہو گی کہ میں امرتسر گیا اور دیکھا کہ ایک مولوی صاحب بڑی داڑھی والے، جُبہ پہنے ہوئے اور ہاتھ میں عصا لیے جا رہے تھے۔ اُن کے پیچھے پیچھے ایک اَور آدمی تھا جو ہاتھ جوڑتا اور اُن کی منتیں کرتا جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ میں مفلس وغریب ہوں، میری حالت پر رحم کھائیں۔ اور مولوی صاحب پیچھے مُڑ کر اُسے گھورتے اور کبھی کبھی گالی بھی دے دیتے تھے۔ جب مولوی صاحب دور نکل گئے تو میں نے اُس شخص سے پوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں نے اس خبیث کے پاس ایک سو روپیہ رکھوایا تھا۔ اب واپس مانگتا ہوں لیکن یہ واپس نہیں دیتا۔ سو مولویوں میں حرام خور بھی ہیں، ظالم بھی ہیں اور ان میں دوسرے عیوب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس لیے اگر انہوں نے ایسی تعلیم دی تو ایک نہ ایک دن ان پر بھی وار ہو گا کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ ان سے کسی اَور کو

اختلاف نہ ہو۔

اصل امن والی تعلیم قرآن کریم ہے۔ یہ کتنی پاکیزہ تعلیم ہے کہ حکومت کے سوا کسی کو شرعی تعزیر دینے کا اختیار نہیں اور حکومت بھی اُسی تعزیر کا اختیار رکھتی ہے جس کا اختیار اُسے قرآن کریم نے دیا ہے۔ گویا پہلے عوام کے ہاتھ بند کیے، پھر حکومت کے ہاتھ یہ کہہ کر بند کر دیئے کہ تم بھی قضاء کے ذریعہ ہی تعزیر کا اختیار رکھتے ہو۔ ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللّٰہ! اگر میں اپنی عورت کے پاس غیر مرد کو دیکھوں تو آیا مجھے اُس کو قتل کرنے کی اجازت ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اُسے قتل کرو گے تو اس کے بدلہ میں تمہیں قتل کیا جائے گا۔ تم گواہ پیش کرو۔ اُس شخص نے کہا یارسول اللّٰہ! اتنا دیّوث کون ہوگا کہ وہ اپنی عورت کے پاس غیر مرد کو دیکھے تو وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے۔ اسلام نے ایسے شخص کی سزا قتل رکھی ہے تو کیوں نہ میں اُسے ماردوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے ایسا کیا تو پکڑے جاؤ گے۔5 اُس وقت تک زانی کو رجم کیا جاتا تھا اور وہ صحابی بھی اسے قتل کرنے کے لیے ہی اجازت چاہتے تھے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ باوجود اِس کے کہ تم نے اپنی عورت کے پاس غیر مرد کو دیکھا لیکن تم قاضی کے پاس جاؤ۔ وہ فیصلہ کرے گا کہ تم ٹھیک کہتے ہو یا غلط۔ اب یہ کتنی واضح دلیل ہے کہ اسلام نے کسی صورت میں بھی شرعی تعزیر کی جس میں قتل کرنا، ہاتھ پاؤں کاٹنا اور قید کرنا شامل ہیں کسی فرد کو اجازت نہیں دی۔

ہاں! بعض سزاؤں کی اجازت دی ہے مثلاً ایک باپ یا استاد بچے کو اُس کے کسی قصور پر مار سکتا ہے۔ پھر قومی سزاؤں کا قوم کو اختیار ہے۔ مثلاً کسی قصور پر ہم ایک شخص کو جماعت سے خارج کر دیتے ہیں تو اس کا ہمیں اختیار ہے کیونکہ یہ شرعی تعزیر نہیں۔ جو شرعی تعزیریں ہیں مثلاً قتل کرنا، ہاتھ پاؤں کاٹنا، قید کرنا، کوڑے لگانا وغیرہ ان کا اختیار حکومت کو ہے اور وہ بھی قضاء کے ذریعہ حکومت عارضی طور پر کسی کو قید کرسکتی ہے لیکن بعد میں اس کا فیصلہ قضاء ہی کرے گا۔ اگر تم اسلام کی اس تعلیم کو ملک میں جاری کردو تو کوئی قتل ممکن ہی نہیں۔ نہ آگ لگائی جاسکتی ہے اور نہ کسی کو مارا پیٹا جاسکتا ہے۔ اس تعلیم کو جاری کرنے کے بعد ہی ملک میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ تم پہلے اسلامی ذہنیت پیدا کرو۔ یہ نہیں کہ ایک طرف مولوی یہ کہے کہ ملک میں اسلامی تعلیم پھیلاؤ اور دوسری طرف یہ کہے کہ فلاں شخص اسلامی تعلیم کے خلاف چلتا ہے اُس لیے اسے قتل کردو۔ ہم حکومت کو کئی دفعہ اس طرف توجہ دلا چکے

ہیں لیکن اُس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ذہنیت احمدیوں کے خلاف پھیلائی گئی تھی وہ پاکستان کے خلاف چل گئی۔ اور اگر اس ذہنیت کو جلدی تبدیل نہ کیا گیا تو صرف احمدیوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ لوگ ان مولویوں کے خلاف بھی جو یہ فتوٰی دیتے ہیں کارروائی کریں گے۔

غرض یہ ذہنیت نہایت خطرناک ہے۔ اگر اسے جلد روکا نہ گیا تو یہ ملک کے لیے بہت بڑے خطرے کا موجب ہوگی۔ اگر مولوی حقیقت میں ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تو وہ رعایا کو سکھاتے کہ شرعی تعزیر اُن کے اختیار میں نہیں۔ شرعی تعزیر حکومت کے اختیار میں ہے بلکہ حکومت بھی شرعی تعزیر قضاء کے ذریعہ دے سکتی ہے۔ اگر واقع میں یہ تعلیم دی جائے تو خان لیاقت علی خان تو پاکستان کے پریمئیر (PREMIER) تھے پاکستان کا ایک غریب سے غریب لڑکا بھی نہیں مارا جاسکتا۔ جب ہر شخص کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ ایسا فعل خدا تعالیٰ کے منشا، اُس کے رسول کی تعلیم، قرآن کریم، اخلاق، حبُّ الوطنی، روحِ نظام اور ملک وملّت کے خلاف ہے تو کوئی شخص ایسا فعل کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اگر خان لیاقت علی خان جنگل میں بھی ہوتے اور سوائے ان کے اَور قاتل کے وہاں کوئی نہ ہوتا لیکن قاتل کے ذہن میں اسلام کی صحیح تعلیم ہوتی تو وہ کبھی نہ مارے جاتے۔ ایسی صورت میں پولیس وغیرہ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم کو قائم کرو۔ یہ مُلّاں جو ہلاکو کی تعلیم کو پھیلا رہے ہیں خان لیاقت علی خان کے قتل کے اصل ذمہ دار ہیں۔ جب تک حکومت ان کے منہ بند نہیں کرے گی ملک میں امن قائم نہیں ہوسکتا''۔

(الفضل 6 نومبر 1951ء)

1: مسند احمد بن حنبل ۔ مسند الکوفیین. حدیث اسامہ بن شریک ۔جلد 5 صفحہ 350. بیروت لبنان 1994ء میں لَمْ یُنَزِّلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ مَعَهٗ شِفَاءً اِلَّا الْمَوْتَ وَالْهَرَمَ'' کے الفاظ ہیں اور صحیح مسلم کتاب السلام باب لِکُلِّ داءٍ دواءٌ و استحباب التداوی میں '' لِکُلِّ دَاءٍ دواءٌ''

2: ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الموت الفجأة

3: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (البقرة: 181)

4: ایڈی کانگ: An officer acting as a (Aide-De-Camp)
confidentional assistant to a senior officer
(The Concise Oxford Dictionary)
مصاحب یعنی حاکم اعلیٰ کے ماتحت حکم بردار افسر

5: صحیح مسلم کتاب اللعان